مغل دورزوال میں حکمرانوں اور مشائخ نقشبندیہ کے باہمی تعلقات وروابط کا تحقیقی مطالعہ

The Mutual Relations between the Mughal Rulers and the Naqshbandi Sufis during the Decline of the Mughal Empire "An Analytical Study"

Qurat ul Ain Fozia
PhD Scholar,
Department of Islamic Studies & Arabic,
Gomal University D.I Khan
Email: qafbaloch@gmail.com
Dr Hafiz Abdul Majeed
Assistant Professor,
Department of Islamic Studies & Arabic,
Gomal University D.I. Khan
Email: drhafizabdulmajed@gmail.com

Abstract
The decline of the Mughal Empire in South Asia was marked by political instability, weak leadership, and internal conflicts. During this period, the relationship between the Mughal rulers and the Naqshbandi Sufis became a significant factor in shaping the socio-political and religious landscape of the region. The Naqshbandi order, known for its emphasis on spiritual discipline and reform, engaged with the Mughal rulers in matters of governance, morality, and public guidance. This research study investigates the mutual relations between the declining Mughal authority and the Naqshbandi Sufis, analysing how spiritual influence, moral advice, and socio-religious activism contributed to sustaining or challenging imperial policies. By examining historical sources, this study highlights the role of Sufi–ruler interactions in the transitional phase of the Mughal Empire and their impact on Muslim society in South Asia.
Keywords: Mughal Empire, decline, Naqshbandi Shaikhs, Sufism, spiritual authority, rulers–Sufi relations, socio-political influence, South Asian history

تمہید:

اورنگ زیب عالمگیر کی وفات (1707ء) کے بعد مغلیہ سلطنت زوال پذیر ہونے لگی۔ اقتدار کی کشمکش، شہزادوں کی تخت نشینی کی جنگیں، دربار کے اندرونی اختلافات اور امراء کی خود غرضیاں سلطنت کی جڑیں کھوکھلا

کرنے لگیں۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف سیاسی کمزوری پیدا ہوئی بلکہ مذہبی اور اخلاقی اقدار بھی زوال پذیر ہو گئیں۔ مذہب ایک رسمی اور مضحکہ خیز شے بن کر رہ گیا جبکہ خانقاہوں میں موجود بعض عیار صوفیاء نے سماج پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔

ایسے انتشار اور کمزوری کے ماحول میں مغل شہزادے اپنی صلاحیتوں کے بجائے خانقاہوں کی دعاؤں اور روحانی سہاروں پر زیادہ انحصار کرنے لگے۔ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ جیسی شخصیات کو اس دور میں مرکزی اہمیت حاصل رہی جن کی دعاؤں اور توجہات کو شہزادوں کی کامیابی اور بادشاہت کے قیام سے جوڑا جانے لگا۔ لیکن رفتہ رفتہ بادشاہوں کی عیش و عشرت پسندی، سیاسی کمزوری اور درباری منافقت نے سلطنت کو مزید تنزلی کی طرف دھکیل دیا۔

اس زوال آمادہ دور میں اگرچہ مشائخِ نقشبندیہ نے اصلاحی کردار ادا کرنے کی کوشش کی، مگر مجموعی طور پر سلطنت کی بے سمتی اور حکمرانوں کی کمزوریاں مغل اقتدار کو اس نہج تک لے آئیں جہاں داخلی کمزوریوں نے بیرونی حملہ آوروں اور استعماری طاقتوں کے لئے راستہ ہموار کر دیا۔ یہی وہ پس منظر ہے جس میں مشائخ نقشبندیہ اور مغل حکمرانوں کے تعلقات وروابط کا تحقیقی مطالعہ نئی جہتیں اختیار کرتا ہے۔

اقتدار کی جنگیں اور شہزادوں کی آزمائش: اورنگ زیب کی وفات کے بعد اس کے بیٹے اقتدار کی جنگ لڑے اور بعد میں یہ رسم بن گئی کہ ان بادشاہوں کو جس کسی سے خطرہ محسوس ہوتا تو یا اسے قتل کر ڈالتے یا پابند سلاسل کر دیتے۔ اس سے کئی کڑیل اور جری شہزادے موت کے منہ میں یا زندان کی سلاخوں کے پیچھے زندگیاں گزارنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ بات ان کی صلاحیتوں پر اثرانداز ہوئی۔ ان کی تربیت انتظام حکومت سنبھالنے سے متعلق نہ ہو سکی۔

خواجہ محمد زبیرؒ اور مغل شہزادے: اورنگ زیب کی زندگی میں اس کے تمام بیٹے کسی نہ کسی علاقے کا انتظام سنبھالے ہوئے تھے۔ جب محمد معظم کابل کا حاکم تھا تو انہی دنوں حضرت خواجہ زبیرؒ کو مشائخ نقشبند میں اہم مقام حاصل تھا۔ کابل کے باشندوں نے حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کو کابل تشریف لانے کے لئے بکثرت عریضے لکھے۔ حضرت ان کی درخواست قبول فرما کر کابل تشریف لے گئے۔ جب آنحضرت پشاور پہنچے تو شاہزادہ معظم بھی استقبال کے لئے پشاور تک آیا۔ جب بادشاہ عالمگیر کا انتقال ہوا تو ایک ماہ بعد شاہزادہ محمد معظم کو اطلاع ملی۔ اس کا دوسرا فرزند محمد اعظم باپ کی جگہ ہو تخت سلطنت پر بیٹھا۔ تمام اراکین سلطنت و امراء نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ شاہزادہ معظم نے اسی وقت خواجہ محمد زبیرؒ سے دعا کی درخواست کی:

"شاہزادہ نے اسی وقت حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے حق میں

دعا و توجہ فرمائیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ میری عزت و آبرو سلامت رکھے اور دشمن پر فتح یاب ہو کر ہندوستان کی سلطنت میرے ہاتھ آئے۔ حضرت نے دیر تک دعائے خیر کی اور شاہزادہ کو سلطنت ہند کی خوشخبری دی۔ شاہزادہ اس خوشخبری سے بہت خوش ہوا اور اپنے ہمراہ ہندوستان چلنے پر اصرار کیا۔ شہزادہ کی منت و سماجت اور دلجوئی کی وجہ سے حضرتؒ بھی اس کے ہمراہ سرہند تشریف لے آئے۔"[1]

محمد اعظم کے پاس فوج و وسائل بے شمار تھے جب کہ محمد معظم کے پاس فوج بہت کم تھی۔ حتیٰ کہ محمد اعظم کے آدمی کہتے کہ ہم محمد معظم کو زندہ پکڑ کر لے آئیں گے۔ محمد معظم ایسی افواہیں سن کر بہت گھبرایا ہوا تھا۔ اکثر اوقات حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوتا رہتا تھا:

"حضرت برابر تسلی دیتے اور فرماتے کہ خاطر جمع رکھو اللہ تعالیٰ تم ہی کو فتح عنایت فرمائے گا۔ تم ہی ہندوستان کے بادشاہ ہو گے۔ جب شہزادہ لاہور پہنچ کر تخت شاہی پر بیٹھا تو حضرت خواجہ محمد زبیرؒ نے اپنے دست مبارک سے شہزادہ کے سر پر تاج شاہی رکھا۔"[2]

حضرت خواجہ محمد زبیرؒ نے بہادر شاہ کے تخت کے لئے دعائیں کیں لیکن جب وہ دین میں نئی نئی اختراعات کرنے لگا تو عوام الناس اور علماء و مشائخ سب اس سے تنگ آ گئے اور اس سے نجات کی دعائیں کرنے لگے۔ ۱۱۲۳ھ میں جب بہادر شاہ مر گیا تو اس کے بیٹوں میں بھی اقتدار کی جنگیں چھڑیں۔ آخر معزالدین جہاندار شاہ (محمد معظم بہادر شاہ کا بڑا بیٹا) فتح حاصل کر کے تمام ہند و دکن کا بادشاہ ہو گیا۔ بادشاہ ہونے کے بعد وہ سرہند شریف حاضر ہوا:

"بعد ازاں سرہند شریف میں حاضر ہو کر مزارات کی زیارت کی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد کے ہر فرد و بشر کو حد سے زیادہ دلاسا دیا۔ ہر ایک کو حسب حیثیت تحفے اور ہدیے پیش کئے اور اپنے حق میں دعا و توجہ کرا کر شاہ جہان آباد چلا گیا۔ لیکن خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہونا میسر نہ ہوا"۔[3]

اس اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جہاندار شاہ بھی حضرات نقشبند کا عقیدت مند تھا۔ لیکن جب وہ عیش و عشرت میں پڑ گیا تو بعض لوگوں نے فرخ سیر کو بادشاہت کے خواب دکھائے اور اسے مشورہ دیا کہ اگر بادشاہت چاہتے ہو تو خواجہ محمد زبیرؒ سے دعا کراؤ:

"بعض مغلوں نے فرخ سیر سے کہا کہ اگر تم سلطنت ہند لینا اور دشمن پر فتح حاصل کرنا چاہتے ہو تو قیوم زمان حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا و توجہ کی درخواست کرو۔ چنانچہ فرخ سیر نے مغلوں کی وساطت سے حضرت کی خدمت میں عرض مدعا کیا۔ ۱۱۲۳ھ کے اواخر میں فرخ سیر سلطنت حاصل کرنے میں

کامیاب ہو گیا اور تخت شاہی پر جلوس فرما کر تحائف و ہدایا حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں ارسال کئے۔"[4]

اس عرصے میں سکھوں نے مسلمانوں کا جینا دوبھر کیا ہوا تھا۔ بندہ بیراگی سے ٹکر لینا ایک اہم کام تھا جس کے لئے فرخ سیر نے خواجہ محمد زبیرؒ کی طرف توجہ کی۔ ان سے دعا و توجہ کا طلبگار ہوا:

"۱۱۲۸ھ میں جلوس کے چوتھے سال فرخ سیر نے ارکان سلطنت سے کفار (سکھوں) کی بیخ کنی کے لئے مشورہ کیا نیز قاضی شہر کو خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں بھیج کر مہم کفار میں فتح و نصرت کے لئے دعا و توجہ کی درخواست کی۔ حضرتؒ نے دیر تک دعا و توجہ باطنی کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلام کو فتح نصیب ہو گی اور گرو گرفتار ہو جائے گا۔ بادشاہ اس خوش خبری سے بہت خوش ہوا۔"[6]

بعد ازاں جب امراء اور بادشاہ کے درمیان رنجش بڑھ گئی اور ایک دوسرے کو ختم کرنے کے درپے ہو گئے۔ آخر سادات بارہہ نے موقع پا کر بادشاہ کو قتل کر دیا۔ اس کی وفات پر خواجہ محمد زبیر نے افسوس کا اظہار کیا:

"جب حضرتؒ کو بادشاہ کے قتل کی اطلاع ہوئی تو بادشاہ کی بخشش کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ وہ ہمارے طریقے کا مرید تھا۔ امید ہے بخشا جائے گا۔"[7]

بعد ازاں سادات بارہہ پر سخت ناراض ہوئے کیونکہ انہوں نے جزیہ معاف کرایا اور اپنے ولیٔ نعمت سے نمک حرامی کی۔

محمد شاہ رنگیلا اور صوفیاء کا دور: محمد شاہ روشن اختر کی والدہ بیگم قدسیہ کو حضرت خواجہ محمد زبیرؒ سے بڑی عقیدت تھی وہ حضرت سے اپنے فرزند (جو فرخ سیر کا قیدی تھا) کے لئے التجا کرتی تھی کہ قید سے رہائی پا کر تخت و تاج کا وارث بنے۔ اس مقصد کے لئے وہ خواجہ محمد زبیرؒ سے خواستگار ہوئی تو حضرتؒ نے اسے خوشخبری دی:

"حضرتؒ نے اسے خوشخبری دی کہ محمد شاہ روشن اختر ہند و دکن کا بادشاہ ہو گا۔ بیگم قدسیہ خوشخبری سن کر پھولی نہ سمائی اور دوگانہ شکر بجالائی۔"[8]

فرخ سیر کے قتل کے بعد امراء و ارکان سلطنت نے رفیع الدرجات کو تخت پر بٹھایا۔ بیگم قدسیہ مغموم ہو کر حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ خواجہ صاحب نے تسلی دی کہ اس کی حکومت صرف چند ماہ کی ہے آخر کار صاحب تخت و تاج روشن اختر ہی ہو گا۔ دو تین ماہ بعد جب رفیع الدرجات مر گیا تو امراء و اراکین سلطنت نے رفیع الدولہ کو تخت شاہی پر بٹھایا۔ وہ بیگم پھر غم زدہ ہو کر آئی تو حضرتؒ نے پھر تسلی و تشفی دی کہ یہ بھی نقش بر آب و مثل حباب نظر آتا ہے تسلی رکھو تمھارا بیٹا ہی بادشاہ بنے گا۔ چنانچہ یہ حکومت بھی چند ماہ رہی اور محمد شاہ بادشاہ بن گیا۔ روضۃ القیومیہ میں ہے:

"بعد ازاں امراء ووزراء نے اتفاق رائے سے روشن اختر کو دارالحکومت دہلی سے بلا کر اکبر آباد میں تخت شاہی پر بٹھادیا۔ بیگم قدسیہ عمدہ قسم کے تحف وہدایا لے کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور شکریہ ادا کیا۔"[9]

حضرت خواجہ محمد زبیرؒ نے محمد شاہ کے تخت وتاج کے لئے دعا بھی کی اور اس کی والدہ کو تسلیاں بھی دیتے رہے لیکن آپ نے کبھی روشن اختر کو اپنی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت نہ دی۔ روضۃ القیومیہ میں درج ہے:

"جب روشن اختر بادشاہ اکبر آباد سے شاہ جہان آباد آیا تو اس نے ہر چند حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا لیکن حضرتؒ نے اجازت نہیں دی۔ فرمایا کہ اس کے آنے کی ضرورت نہیں اصل غرض فقیروں سے دعا لینا ہے سو ہم غائبانہ دعا گو ہیں۔ اپنی دستار مبارک بطور تبرک بھیجی کہ یہ روشن اختر کے سر باندھ دو، اور حضرتؒ نے اس کا لقب محمد شاہ مقرر فرمایا۔ بعد ازاں بھی حصول زیارت کی اجازت کے لئے بارہا عریضے ارسال خدمت کئے۔ حتیٰ کہ حضرتؒ کی والدہ ماجدہ کے ذریعے بھی درخواست کی لیکن حضرتؒ نے کسی طرح بھی زیارت کی اجازت نہ دی۔"[10]

مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ نے بادشاہ سے ملنا کبھی بھی پسند نہ کیا ممکن ہے اس کی وجہ محمد شاہ کی قبیح عادات رہی ہوں جن کے باعث وہ تاریخ میں محمد شاہ رنگیلا کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ لیکن اس کی والدہ کی عقیدت مندی کی وجہ سے اس کے لئے دعا گو بھی رہے اور مشکل حالات میں اس کا ساتھ بھی دیا۔

محمد شاہ اس قدر بدمست ہو گیا تھا کہ تاریخ اسے محمد شاہ رنگیلا کے نام سے یاد کرتی ہے اس کے دور میں مذہبی شعائر کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ مکتوبات میرزا مظہر جان جاناں شہید، ترجمہ خلیق انجم لکھتے ہیں:

"محمد شاہ رنگیلے کا زمانہ انتہادرجہ کا ملکی اور مذہبی پہلو سے تاریک تر اور ناپاک تھا۔ شریعت محمدی پر مضحکہ خیز نکتہ چینیاں عین دربار میں ہوتی تھیں۔ اور مے نوشی کی لذتوں اور سرخوشانہ اور بے خودانہ حالتوں کے آگے حدیث نبوی ﷺ پر قہقہے اڑائے جاتے تھے۔ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں جس تصوف نے رنگ جمایا تھا وہ اسلامی توہین کا اپنے میں بڑا مادہ رکھتا تھا۔ امرد پرستی اور ناپاک عشق کا صوفیوں کی مجلسوں میں عروج ہوا۔ محمد شاہ کے زمانے میں اس جھوٹے تصوف اور قابل نفرت صوفیوں کو جس قدر عروج ہوا وہ تاریخ میں ایک نامور زمانہ ہے۔ اکثر عظیم الشان جلسوں میں اللہ ہو کی صدائیں اور جھوٹے صوفیوں کے چٹخاروں کی آوازیں بلند ہوتی ہوئی سنائی دیتی تھیں اور ان میں وہ خرافات باتیں ہوتی تھیں کہ قابل بیان نہیں۔"[11]

محمد شاہ کے دور میں تصوف میں اسلامی تضحیک کا عنصر شامل ہو گیا۔ قرآن وحدیث کا سردربار مذاق اڑایا جانے لگا۔ ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸ء شاہ جہان آباد کے باشندے بہت زیادہ فسق وفجور میں مبتلا ہو چکے تھے۔ زبردست، زیر

دستوں پر حد درجہ ظلم کرتے تھے۔ بادشاہ وقت شراب نوشی اور فاحشہ عورتوں میں اس قدر مشغول تھا کہ اسے قلعہ کی بھی خبر نہ تھی۔ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ ان کو نصیحت کرتے تو یہ تائب ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ خواجہ زبیرؒ نے انہیں تنبیہ کی:

"حتیٰ کہ حضرتؒ نے غضبناک ہو کر بادشاہ و امراء سے فرمایا کہ برے کاموں سے باز آجاؤ تو بہتر ہے ورنہ تم پر اس شہر میں ایسی بلا نازل ہو گی کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔"[12]

حضرت خواجہ کے بار بار توجہ دلانے کے باوجود بادشاہ و امراء راہ راست پر نہ آئے۔ ۱۱۵۰ھ میں نادر شاہ اس طرف بڑھا۔ ایران سے شاہ جہان آباد تک کوئی ایسا شہر نہ تھا جو تاخت و تاراج سے محفوظ رہا ہو۔ البتہ سرہند شریف محفوظ رہا۔ جب شاہ جہان آباد کے لوگوں کی عاجزی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا تو حضرتؒ نے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی:

"جب حضرتؒ کی خدمت میں عجز و نیاز بدرجہ غایت ہوئی۔ لوگوں کے ہجوم اور شور و شغب سے حضرتؒ کے اذکار و اشغال میں فرق آگیا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ اس بلا کو ہم اپنی جان پر لیتے ہیں، دو تین دن میں یہ آفت حق تعالیٰ تم پر سے ٹال دے گا۔"[13]

حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی خوشخبری کے دوسرے روز نادر شاہ نے محمد شاہ کو تخت پر بٹھایا۔ تخت طاؤس اور کوہ نور ہیرا اور کئی کروڑ مالیت کے روپے وغیرہ اپنے ساتھ لے گیا۔ اس کے جانے پر اہل شہر نے دوگانہ شکر ادا کیا اور حضرت خواجہ محمد زبیر کا شکریہ ادا کیا۔ تاہم خواجہ محمد زبیر زیادہ دن زندہ نہ رہے:

"نادر شاہ کے ہندوستان سے واپس جانے کے بعد حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی صحت میں فرق آگیا اور آئے دن طبیعت خراب رہنے لگی پھر بخار شروع ہو گیا جس کی وجہ سے ضعف بڑھتا گیا۔ محمد شاہ بادشاہ کو آپ کی علالت کا حکم ہوا تو اس نے مزاج پرسی کے لئے حاضر ہونے کی اجازت چاہی لیکن حضرت نے اب بھی اس کی درخواست کو قبول نہ فرمایا۔ آخر بادشاہ نے مزاج پرسی کے لئے آدمی مقرر کر دیا جو روزانہ حضرتؒ کی خیر وعافیت دریافت کر کے بادشاہ کو اطلاع دیتا۔"[14]

محمد شاہ کے بعد کے حالات: محمد شاہ کا بیٹا احمد شاہ بھی والد کی روش پر چلتا رہا۔ سید قاسم محمود لکھتے ہیں:

"احمد شاہ اپنے باپ سے بھی زیادہ رنگیلا تھا۔ وہ ایک ایک مہینے تک اپنے عشرت کدے سے باہر نہ نکلتا تھا۔ اور ہمہ وقت حرم کی دل نوازیوں میں مشغول رہتا تھا۔ بالآخر بعض امراء نے اسے اندھا اور معزول کر کے قتل کر دیا۔"[15]

احمد شاہ کے عبرت ناک انجام کے بعد عالمگیر ثانی تخت نشین ہوا۔ وہ نیک انسان تھا اور اسلام کی غربت پر کڑھتا تھا۔ سید قاسم محمود لکھتے ہیں:

"امراء نے اب جہاندار شاہ کے بیٹے کو عالمگیر ثانی (۱۷۵۴-۱۷۵۹ء) کے لقب سے تخت پر بٹھا دیا۔ عالمگیر ثانی بہت نیک طینت بادشاہ تھا۔ اس کے عہد میں احمد شاہ ابدالی نے بر صغیر پر دوسری بار حملہ کیا۔ ۱۷۵۹ء میں عالمگیر ثانی کو سازش کر کے قتل کر دیا گیا۔"[16]

سید قاسم محمود نے بتایا ہے:

"عالمگیر ثانی کے قتل کے وقت اس کا بیٹا شہزادہ علی گوہر پٹنہ میں مقیم تھا۔ اس نے پٹنہ ہی میں شاہ عالم ثانی (۱۷۵۹-۱۸۰۶ء) کا لقب اختیار کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اس کے عہد میں ۱۷۶۱ء میں (شاہ ولی اللہ کی وفات سے ایک سال پہلے اور ان ہی کی ترغیب و تحریک پر) احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر اپنا آخری حملہ کیا اور یہاں سے واپسی پر اس نے شاہ عالم کو ہندوستان کا بادشاہ تسلیم کر لیا۔"[17]

مغل بادشاہوں کی یہ بے کسی یہیں پر رکی نہیں بلکہ ان کی تکالیف میں مزید اضافہ ہو گیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اپنے قدم جما چکی تھی۔ انگریزوں نے حکومت کے زعم میں اکبر شاہ ثانی کے ساتھ نہایت بے رحمانہ سلوک روا رکھا۔ اس مشکل گھڑی میں بھی مشائخ نقشبند اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ نے اکبر ثانی کے نام ایک مکتوب لکھا جس میں اسے جامع مسجد دہلی میں بزرگوں، پیغمبر خدا ﷺ، ائمہ اہل بیت اور اولیاء کی تصاویر رکھنے پر ٹوکا ہے اپنے مکتوب میں وہ لکھتے ہیں:

"۔۔۔ہائے مسلمانی و توحید؛ وائے بادشاہی؛ اسلام کی مشایعت کہاں گئی۔ کوئی تدبیر کریں اور اس بت پرستی کو روکیں۔ اس خرابی و مسلمانی اور مسلمانوں کی غفلت پر کتنا روؤں اور کیسی گریہ زاری کروں؟ کفر کا غلبہ اسی وجہ سے ہے کہ لوگ کافروں کے بتوں کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ جامع مسجد دہلی اور بادشاہی قلعہ جو دونوں مسلمانوں کی جگہیں ہیں یہاں بت رکھنے کا کیا مقصد ہے؟ اللہ کی قسم اگر مجھ میں طاقت لوٹ آئے تو میں بت پرستوں کے شہر سے کوچ کر جاؤں۔"[18]

سید اسماعیل مدنیؒ جو حضرت کے خلفاء میں سے ہیں جامع مسجد دہلی گئے اور حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ سے کہا کہ کشف سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بتوں کی ظلمت محسوس ہوتی ہے۔ بعد ازاں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ظلمت ان تصاویر کی وجہ سے تھی جو بادشاہ نے رکھی تھیں۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی نے بادشاہ کو لکھا کہ یہ بت پرستی ہے اور اس کام سے منع فرمایا۔

بادشاہوں کے حالات پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور میں مغل بادشاہ جسمانی وروحانی طور پر اتنے مضبوط نہیں رہے تھے۔ان بادشاہوں کے مشائخ نقشبندیہ کے ساتھ تعلقات کے شواہد ملتے ہیں لیکن عمومی طور پر عیش و عشرت میں پڑ کر اپنی سلطنت سے بھی غافل ہو چکے تھے۔اس وقت کے سیاسی حالات سے مشائخ نقشبند بھی متاثر ہوئے۔ان بادشاہوں کے ادوار میں مشائخ نقشبندیہ سلطنت کے استحکام کے لئے کوشاں رہے حضرت شاہ غلام علی دہلوی نے مقامات مظہری میں لکھا ہے:

"حضرت مظہرؒ نے اورنگ زیب عالمگیر سے لے کر شاہ عالم ثانی تک گیارہ بادشاہوں کا زمانہ پایا۔اورنگ زیب کی وفات ۱۷۰۷ سے لے کر ۱۷۱۹ تک بارہ سالوں میں چھ مرتبہ تخت نشینی کے لئے جنگیں ہوتی رہیں۔اس خانہ جنگی نے جہاں سیاسی خلاء پیدا کئے وہاں ناقابل تلافی اقتصادی بحران بھی پیدا کیا۔ان مسلسل تخت نشینی کی جنگوں کے نقصانات کا کسی نے بھی ازالہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔بلکہ اورنگ زیب جیسے زاہد اور مجاہد بادشاہ کی اولاد اپنے اجداد کے عمل کے بالکل مخالف اور مستقبل کے خدشات سے بے پرواہو کر عیش کوشی اور تسہل پسندی کی زندگی گذارنے لگی۔"[19]

عالمگیر ثانی ایک نیک طینت بادشاہ تھا لیکن سلطنت اتنی کمزور ہو چکی تھی کہ وہ اسے سہارا نہ دے سکا۔حضرت شاہ غلام علی دہلوی لکھتے ہیں:

"احمد شاہ کے بعد عالمگیر ثانی تخت نشین ہوا تو وہ خرابی صحت کے باعث ملک کے معاملات کو درست نہ کر سکا۔شاہ عالم ثانی آخری حکمران تھا۔جس کا تعلق حضرت مظہر کے زمانہ سے ہے۔اس کا دور بھی ویسا ہی پر آشوب تھا۔بلکہ بقول میر تقی میر اس کی بادشاہی محض ایک تہمت تھی۔وہ تعلیم یافتہ، سنجیدہ اور تجربہ کار تھا۔ان اوصاف کی وجہ سے اس سے بہتری کی امید تھی لیکن اس وقت ملک کے سیاسی، اقتصادی اور سماجی حالات اتنے بے قابو ہو چکے تھے کہ اسے ایک مرکزی وحدت پر لانا ممکن نہیں رہا تھا۔"[20]

عالمگیر ثانی ایک نیک طینت بادشاہ تھا لیکن مزاج کی نرمی کے باعث وہ کوئی سخت اقدامات نہ اٹھا سکا۔ملکی حالات اس قدر ناپائیدار ہو چکے تھے کہ اس کے قابو میں نہ رہے تھے۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور اصلاحی تحریک: ان حالات میں مشائخ نقشبندیہ نے حالات کا جائزہ لیا اور اس کے مطابق اپنا لائحہ عمل طے کیا۔شاہ ولی اللہؒ کو مشائخ نقشبندیہ میں اہم مقام حاصل تھا۔ڈاکٹر شارب ظہور الحسن لکھتے ہیں:

"پندرہ سال کی عمر میں شاہ ولی اللہؒ اپنے والد ماجد (شاہ عبد الرحیم) سے بیعت ہوئے۔آپ کے والد ماجد کو کئی سلسلوں سے اجازت حاصل تھی اس کے متعلق آپ خود فرماتے ہیں "اور ہمارے اور بھی سلاسل ہیں جن

کے بعض میں بناء بر صحبت کے ہمیں اتصال ہے اور بعض میں بناء بر بیعت یا خرقہ پوشی کے "لیکن آپ کا اصل سلسلہ نقشبندیہ ہے۔"[21]

مختلف کتب سے ثبوت ملتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا تعلق مختلف سلسلوں سے تھا لیکن آپ کا اصل سلسلہ، سلسلہ نقشبندیہ تھا۔ اس بات کی تصدیق مولوی رحمان علی کے قول سے بھی ہوتی ہے:

"حضرت شاہ ولی اللہؒ پندرہ برس کی عمر میں سلسلہ نقشبندیہ میں مرید ہوئے۔ صوفیائے باصفا کا خرقہ اور فراغ علمی اپنے والد ماجد کی خدمت میں حاصل کیا اور درس کی اجازت ہو گئی۔"[22]

اس وقت کے سیاسی حالات کو دیکھتے ہوئے آپ کو اندازہ تھا کہ حکومت دیرپا نہیں ہے اس لئے آپ نے اپنی ایک جماعت قائم کی جس کا مقصد ملک کے مختلف حصوں میں تبلیغ کرنا تھا۔ غلام حسین جلبانی، شاہ ولی اللہؒ کی تعلیم میں لکھتے ہیں:

"شاہ ولی اللہؒ کی دور بین نظروں سے یہ حقیقت مخفی نہ تھی کہ حکومت بس چند دنوں کی مہمان ہے چنانچہ آپ نے حضور ﷺ کی مکی زندگی کو اپنے پیش نظر رکھ کر اپنی تحریک کے تانے بانے اسی انداز میں ترتیب دیئے۔ آپ کی تحریک باطنی تھی۔ آپ نے اپنی ایک جماعت قائم کی تھی جس نے ملک کے مختلف حصوں میں تبلیغ کا کام شروع کر دیا تھا۔"[23]

آپ نے اپنی ایک جماعت قائم کی جس کے ذریعے ملک کے مختلف حصوں میں تبلیغ کی۔ آپؒ جانتے تھے کہ حکومت چند دن کی مہمان ہے اس کے مطابق آپ نے اپنا لائحہ عمل مرتب کیا۔

مرزا جان جاناں شہیدؒ: مرزا جان جاناں کا سلسلہ بھی نقشبندیہ تھا ان کے آباء واجداد اکبر کے دور میں اعلیٰ مناصب پر فائز رہے تھے۔ حضرت مجدد کے والد اورنگ زیب کے ہاں اہم عہدہ پر تھے لیکن انھوں نے اس منصب کو چھوڑ کر فقر کو پسند کیا۔

مرزا جان جاناںؒ شروع میں دنیاداری میں لگے رہے۔ دوست احباب انھیں فرخ سیر کے دربار بھی لے گئے لیکن قدرت کو ان سے اور ہی کام لینا تھا لہذا بادشاہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ بعد ازاں انھوں نے شاہی منصب کی طلب چھوڑ کر فقر کا راستہ اختیار کیا۔ مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں شہید میں درج ہے:

"مرزا جان جاناں کا بیان ہے کہ انھوں نے والد صاحب کی وفات کے بعد چار سال طلب دنیا میں گذارے۔ اسی مدت میں مرزا صاحب کے خیر خواہوں نے کوشش کی کہ شاہی دربار میں ان کا موروثی منصب مل جائے۔ ایک دفعہ کچھ لوگ انھیں فرخ سیر کے پاس لے گئے۔ اتفاق سے اس دن فرخ سیر کو زکام ہو گیا اور وہ

دربار میں نہیں آیا۔ مرزا صاحب مایوس لوٹ آئے۔ رات کو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک بزرگ کے مزار پر گئے ہیں۔ صاحب مزار قبر سے باہر آئے اور اپنی ٹوپی ان کے سر پر رکھ دی۔ وہ بزرگ حضرت خواجہ قطب الدینؒ تھے۔ اس خواب کے بعد مرزا صاحب کے دل سے حب جاہ ومنصب جاتی رہی۔"[24]

مرزا جان جاناںؒ سلسلہ نقشبندیہ کے نامی گرامی بزرگوں میں شامل ہیں۔ آپ نے ملکی حالات کا بغور جائزہ لیا اور ان کی اصلاح کی کوشش کی۔ آپ کے سلاطین کے نام براہ راست خطوط نہیں ہیں لیکن فکری طور پر آپ شاہ ولی اللہؒ جیسے خیالات رکھتے تھے۔

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ: حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، حضرت مظہرؒ کے خلیفہ تھے اور حضرت مظہر جان جاناں کے ساتھ رہے۔ مقامات مظہری میں درج ہے:

"حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ مؤلف مقامات مظہری نے تفسیر وحدیث کا علم حاصل کر کے حضرت مظہر کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ حضرت مظہر کی شہادت کے بعد آپ جانشین ہوئے اور طالبان خدا کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو گئے۔"[25]

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ نے بھی ترویج شریعت کے لئے کوششیں کیں آپ کا اکبر ثانی کے نام امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا خط بھی موجود ہے۔

شیخ صفر احمد معصومیؒ: جن مشائخ نقشبندیہ کے تعلقات دور زوال کے مغلیہ بادشاہوں کے ساتھ رہے ان میں شیخ میر سید صفر احمد معصومیؒ بھی شامل ہیں۔ صوفی محمد عبد الستار طاہر مسعودی لکھتے ہیں:

شیخ میر سید صفر احمد معصومی کے سلاطین ہند میں سے محمد معظم بہادر شاہ عالم اور فرخ سیر سے تعلقات رہے۔[26]

شیخ میر سید صفر احمد معصومیؒ کی خانوادہ مجددیہ کے ساتھ رشتہ داری بھی تھی۔ خواجہ محمد معصوم کی صاحبزادی آپ کے نکاح میں تھیں۔

خلاصہ بحث

1) اورنگ زیب عالمگیر کی وفات (1707ء) کے بعد مغلیہ سلطنت مسلسل کمزور ہوتی گئی۔ تخت نشینی کی خانہ جنگیوں، درباری سازشوں اور امراء کی خود غرضیوں نے ریاستی ڈھانچے کو کھوکھلا کر دیا۔

2) شہزادے اپنی صلاحیتوں کے بجائے خانقاہی دعاؤں اور روحانی سہاروں پر انحصار کرنے لگے۔ خصوصاً حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی دعاؤں کو بادشاہت کے قیام کا ذریعہ سمجھا گیا۔

3) بہادر شاہ، جہاندار شاہ، فرخ سیر اور محمد شاہ کے دور میں حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کی دعائیں اور توجہات سیاسی فیصلوں اور بادشاہت کے قیام پر اثر انداز ہوئیں، تاہم آپ نے اخلاقی انحراف پر حکمرانوں کو متنبہ بھی کیا۔

4) محمد شاہ رنگیلا اور اس کے بعد کے بادشاہوں کے دور میں مذہبی و اخلاقی اقدار کو شدید نقصان پہنچا۔ دربار میں فسق و فجور، تصوف کی منفی صورتیں اور دین کا مذاق عام ہوا۔

5) نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی جیسے بیرونی حملہ آوروں نے مغل سلطنت کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا۔ داخلی بے سمتی نے بیرونی قوتوں کے لئے راستہ آسان کر دیا۔

6) اس ابتری کے دور میں مشائخِ نقشبندیہ نے اصلاحی تحریکیں چلائیں۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے باطنی جماعت بنا کر تبلیغی کام شروع کیا اور مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ نے فقر کا راستہ اختیار کر کے اصلاحی کردار ادا کیا۔

مغل حکمرانوں اور مشائخ نقشبندیہ کے تعلقات سے واضح ہوتا ہے کہ جہاں ایک طرف حکمرانوں نے اپنی کمزوریوں کے باعث مشائخ کی دعاؤں پر بھروسہ کیا، وہیں دوسری طرف مشائخ نے اصلاحی کردار ادا کرنے کی کوشش کی۔ تاہم سیاسی انحطاط اور عیش و عشرت پسندی نے سلطنت کو استعماری قوتوں کے سامنے لاچار کر دیا۔

حوالہ جات

1) مجددی، احسان، روضۃ القیومیہ، ص ۵۵-۵۶۔ (لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۴۰۱ھ)۔

2) ایضاً۔ ص ۵۸-۵۹۔

3) ایضاً۔ ص ۹۶۔

4) ایضاً۔ ص ۹۸-۱۰۱۔

5) ایضاً، ص ۱۰۱-۱۰۳۔

6) ایضاً۔ ص ۱۳۵۔

7) ایضاً۔ ص ۱۴۸۔

8) ایضاً۔ ص ۱۵۰۔

9) ایضاً۔ ص ۱۵۳-۱۵۴۔

10) جان، جاناں مظہر مرزا شہید، مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں شہید، ص ۷۰، (لاہور: مکی دار الکتب، ۱۹۹۷)۔

11) مجددی، احسان، روضۃ القیومیہ۔ ص ۲۵۷۔

12) ایضاً۔ ص ۳۱۰-۳۱۱۔

13) ایضاً۔ ص ۳۶۵-۳۶۸۔

14) محمود قاسم، سید، اسلام کی احیائی تحریکیں اور عالم اسلام، ص ۶۸، (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۱۲)۔

15) ایضاً، ص ۶۸۔

16) ایضاً۔

17) دہلوی، غلام علی شاہ، مکاتیب شریفہ۔ (ترجمہ: محمد نذیر رانجھا)، ص ۲۳۰، (لاہور: پروگریسو بکس، ۲۰۰۵)،

18) دہلوی، علی غلام شاہ، مقامات مظہری، ص ۳۳، (لاہور: پروگریسو بکس، ۱۹۸۳ء)۔

19) ایضاً، ص ۳۵۔

20) شارب، ظہور الحسن، ڈاکٹر، دلی کے بائیس خواجہ، ص ۲۴۳-۲۴۴، (لاہور: زاویہ پبلشرز، ۲۰۱۰)۔

21) رحمٰن علی، مولوی، تذکرہ علمائے ہند، ص ۵۴۳، (ترجمہ: محمد ایوب قادری)، (کراچی: آفیسٹ پریس، ۱۹۶۱ء)۔

22) جلبانی، غلام حسین، شاہ ولی اللہ کی تعلیم، ص ۲۱۸، (حیدر آباد پاکستان: شاہ ولی اللہ اکیڈمی، ۱۹۶۳)۔

23) مرزا مظہر، جان جاناں، مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں شہید۔ ص ۳۲۔

24) ایضاً۔ ص ۱۵۲۔

25) محمد عبد الستار، لاہور کے اولیائے نقشبندیہ مجددیہ، ص ۶۷، (لاہور: اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز، 2011ء)۔